© rasailojaraid.com

اسلام کا جمہوری نظام

از

(جناب کیپٹن محمد قطب الدین احمد صاحب)

(۳)

مذہبی آزادی کے لئے یہ واقعہ پیش کیا جا سکتا ہے کہ جب حضرت ابوبکر کے زمانے میں حضرت خالد نے حیرہ فتح کیا تو یہ معاہدہ لکھ دیا۔ نہ ان کے گرجے برباد کئے جائیں گے، نہ ان کو ناقوس بجانے سے منع کیا جائے گا اور نہ عید کے دن صلیب نکالنے سے روکا جائے گا۔ حضرت عمر نے بیت المقدس کی فتح پر خود بنفس نفیس عیسائیوں کو جو معاہدہ عطا فرمایا تھا اس سے مسلمانوں کی بے مثال رواداری کا ثبوت ملتا ہے۔ "یہ وہ امان ہے جو خدا کے غلام امیر المؤمنین عمر نے ایلیا کے لوگوں کو دی، یہ امان ان کی جان، مال، گرجا، صلیب، تندرست، بیمار، اور ان کے تمام مذہب والوں کے لئے ہے۔ اس طرح پر کہ نہ ان کے گرجاؤں میں سکونت کی جائے گی نہ وہ ڈھائے جائیں گے، نہ ان کو یا ان کے احاطے کو نقصان پہنچایا جائے گا۔ مذہب کے بارے میں جبر نہ کیا جائے گا۔ اور نہ ان میں سے کسی کو نقصان پہنچایا جائے گا۔ جو کچھ اس تحریر میں ہے۔ اس پر خدا، رسول، خلفاء اور مسلمانوں کا ذمہ ہے۔" جامع دمشق ایک گرجے کے متصل تھی۔ امیر معاویہ نے ضرورت کے تحت چاہا کہ اس میں توسیع کریں، مگر عیسائی گرجے کی زمین دینے پر رضامند نہیں ہوئے عبدالملک کے زمانے میں اس کی توسیع کی گئی اور گرجے کو منہدم کر کے مسجد میں شامل کر لیا گیا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز کے دور میں عیسائیوں نے اس ظلم و زیادتی کی داد خواہی چاہی تو آپ نے اس حصہ کو واپس کر دینے کا حکم دیا۔ آخر مسلمانوں نے منت و سماجت کے بعد عیسائیوں کو رضامند کر لیا۔ خلیفہ چہارم کو ایک یہودی کے مقابلہ میں عدالت میں حاضر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہونا پڑا اور قاضی نے فیصلہ یہودی کے حق میں صادر کیا۔

ذمیوں کے ساتھ محبت و ہمدردی کا ثبوت اس حدیث سے ملتا ہے جس کو قاضی ابو یوسف نے کتاب الخراج میں پیش کیا ہے۔ "جان لو کہ جو کسی معاہد (یعنی ذمی) پر ظلم کرے گا، یا اس کی طاقت سے زیادہ کام لے گا، یا اس سے کوئی چیز اس کی مرضی کے بغیر لے گا تو میں قیامت کے دن اس کا دشمن ہوں گا۔" ذمیوں کے ساتھ حضرت عمرؓ کی نقید المثال ہمدردی اس امر سے ظاہر ہوتی ہے کہ آپ نے باوجود ایک ذمی کے ہاتھ سے شہید ہونے کے وفات کے وقت جو تین ضروری وصیتیں کیں ان میں ایک یہ تھی کہ ذمیوں کے جو معاہدے ہیں، وہ پورے کئے جائیں، ان کی طاقت سے زیادہ کام نہ لیا جائے، اور ان کے دشمنوں کے مقابلہ میں ان کی مدافعت کی جائے۔

جان و مال کے متعلق جو حقوق دیئے گئے وہ محض نظری نہیں تھے بلکہ ان پر عمل بھی کر کے دکھلا دیا گیا۔ شام کے ایک کاشتکار نے شکایت کی کہ اہل فوج نے اس کی زراعت کو پامال کر دیا ہے۔ حضرت عمر نے بیت المال سے دس ہزار درہم بطور معاوضہ اس کو دلائے۔ بیت المال سے مفلس، اپاہج، سن رسیدہ، اور بے روزگار ذمیوں کو وظیفہ دیا جاتا تھا۔ . . . .

. . . . . . حضرت عمر نے قرآن کی اس آیت سے اس کا استنباط فرمایا "انما الصدقات للفقراء والمساکین"، اس میں فقراء سے مسلمان مراد ہیں اور مساکین سے دیگر اہل کتاب۔ بیت المال کے میر خزانہ کو لکھ بھیجا کہ اس قسم کے معذوروں اور بے روزگاروں کے لئے وظائف مقرر کئے جائیں۔

ایک بڑا حق جو رعایا کو دیا جا سکتا ہے وہ ملکی انتظامات میں ان کو شریک کرنا ہے۔ حضرت عمر اس قسم کے تمام معاملات میں جن کا تعلق ذمیوں سے ہوتا تھا، ان کے مشورے اور استصواب کے بغیر کام نہیں کرتے تھے۔ بندوبست اور اس کے متعلق تمام امور میں ذمی رعایا سے ہمیشہ رائے طلب فرماتے، اور ان کے معروضات پر ہمدردانہ غور فرماتے۔ عراق کا جب بندوبست کرنا چاہا تو پہلے عمال کو لکھا کہ وہاں کے چند معتبر لوگوں کو میرے پاس روانہ کیا جائے۔ اسی طرح مصر کے انتظام کے وقت وہاں کے گورنر کو لکھا کہ مقوقس سے خراج کے معاملہ میں رائے لی جائے۔ عراق،

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مصر و شام کے دفاتر مال گذاری سریانی و قبطی وغیرہ میں تھے، دفتر کے بہت سارے عمال مجوسی یا عیسائی تھے۔ ملازمت اور خدمت ایک طرف حضرت عمرؓ نے فن فرائض کی ترتیب اور درستی کے لئے ایک رومی عیسائی کو مدینہ منورہ طلب کیا تھا۔ چنانچہ علامہ بلاذری نے اس واقعہ کو کتاب الاشراف میں بالتفصیل لکھا ہے، جس کے الفاظ یہ ہیں "ہمارے پاس ایک رومی بھیج دو، جو فرائض کے حساب کو درست کرے۔" غیر مسلموں کے معاشی، معاشرتی، مذہبی اور شہری حقوق کے لئے موسیو لیبان کا یہ قول کفایت کرتا ہے کہ "اسلامی حکومت کے ماتحت غیر مسلم ذمیوں کو وہ سب کچھ حاصل تھا، جو کسی قوم کو حاصل ہو سکتا ہے۔ البتہ صرف ایک بات کا حق نہ تھا، یعنی وہ خلیفہ نہ ہو سکتے تھے۔"

اسلام نے غیر مذہب کے ماننے والوں پر جو جزیہ عاید کیا ہے اس کو بہت اچھالا جاتا ہے حالانکہ اگر دیکھا جائے تو ان گراں بار متعدد ٹیکسوں کے مقابلہ میں، جو مسلمانوں سے لئے جاتے تھے، یہ ایک نہایت حقیر مقدار ہے، جو سالانہ ڈھائی سے چار دینار تک تھی۔ اس سے بوڑھے بچے، عورتیں، بے روزگار اور مفلس اور معذور مستثنیٰ تھے۔ اس کے علاوہ جن لوگوں سے ملکی خدمات لی جاتی تھیں، یا جو فوج میں شریک ہونا چاہتے تھے وہ بھی اس سے مستثنیٰ تھے۔ یہ محض اس خدمت کا معاوضہ تھا جو مسلمان ان کی مدافعت میں اپنے ذمہ لیتے تھے۔ جزیہ کا اصل مصرف فوجی ضروریات پر محدود تھا اور اگر اس میں مزید گنجائش ہوتی تو رفاہِ عام کے کاموں پر اسے خرچ کیا جاتا۔ جزیہ صرف حفاظت کا معاوضہ تھا۔ چنانچہ جب مسلمانوں کو یہ اندیشہ ہوتا کہ وہ ذمیوں کی خاطر خواہ حفاظت نہ کر سکیں گے، تو یہ رقم واپس کر دی جاتی تھی۔ جب ہرقل نے مسلمانوں پر حملہ کرنے کے لئے ایک عظیم لشکر تیار کیا تو حضرت ابو عبیدہ بن الجراح، سپہ سالار افواج شام نے اپنے عمالوں کو، جو شام کے مفتوحہ علاقوں پر مامور تھے، یہ لکھا کہ جس قدر جزیہ و خراج جہاں جہاں سے وصول کیا گیا ہے سب ان لوگوں کو واپس کر دیا جائے جن سے کہ وصول کیا گیا ہے۔ اور ان سے کہہ دو کہ جو کچھ تم سے لیا تھا، اس شرط پر تھا کہ تمہارے دشمنوں سے تمہاری مدافعت کریں گے۔ لیکن اب اس واقعہ کے پیش آجانے کی وجہ سے ہم تمہاری حفاظت کا ذمہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نہیں لے سکتے۔ اس پر عیسائیوں نے مسلمانوں کو دل سے دعا دی، اور کہا کہ خدا پھر تم کو ہمارے شہروں کی حکومت عطا کرے۔ رومی ہوتے تو اس موقع پر واپس کرنا تو درکنار الٹا ہمارے پاس جو کچھ ہوتا اسے بھی لوٹ کھسوٹ لیتے۔

بندگان تو کہ در عشق خدا وندانند　　دو جہاں را بہ تمنائے تو بفروختہ اند

خلفائے راشدین کے ذاتی حالات جن سے ان کے طرزِ حکمرانی پر روشنی پڑتی ہے

حضرت ابوبکر خلیفہ ہونے کے بعد بھی اپنے ہمسایوں کا کام کیا کرتے تھے جس طرح خلافت سے قبل آپ کا عمل تھا۔ آپ کا ذریعہ معاش کپڑوں کی تجارت تھا۔ معاملاتِ خلافت کی ہمہ وقت مصروفیت کے سبب جب تجارت کے ذریعہ وجہ معاش حاصل کرنے میں دشواری ہوئی تو صحابہ نے ایک متوسط الحال مہاجر کی زندگی کو بطور معیار قرار دے کر ڈھائی ہزار درہم سالانہ وظیفہ مقرر کیا، جس کو آپ نے اپنی وفات کے بعد جائیداد بیچ کر ادا کرنے کی وصیت فرمائی۔ مدینہ کے اطراف میں ایک بڑھیا اندھی محتاج رہتی تھی حضرت عمر ہمیشہ اس کے یہاں اس ارادہ سے جاتے کہ کچھ خدمت کریں، مگر جب پہنچتے تو معلوم ہوتا کہ کوئی نامعلوم شخص آکر اس کے سارے کام کاج کر دیا کرتا ہے۔ ایک روز چھپ کر اس کا سراغ لگانا چاہا اور منتظر کھڑے رہے تو کیا دیکھتے ہیں کہ صدیق اکبر اس ضعیفہ کی خدمت گذاری سے فارغ ہو کر جھونپڑے سے نکل رہے ہیں، حضرت عمر نے کہا کیا آپ ہی وہ شخص ہیں جو روزانہ اس کام میں مجھ پر سبقت لے جاتے ہیں۔ وفات کے وقت وصیت فرمائی کہ انھیں کپڑوں میں کفنایا جائے جو کہ اس وقت جسم پر موجود ہیں۔ حضرت عائشہ نے کہا ہم ایسے تنگدست نہیں کہ آپ کو نیا کپڑا بھی نہ دے سکیں، جواب دا فرمایا گیا کہ نئے کپڑوں کے زندے زیادہ مستحق ہیں، مردوں کو نئے پرانوں کی کچھ پرواہ نہیں۔

خلیفہ ثانی کے حالات میں ہم یہاں صرف چند مثالی واقعات پر اکتفا کریں گے، یہ اتنے بے شمار ہیں کہ ان کا احاطہ اس مختصر سے مضمون میں نہایت دشوار ہے۔ ایک مرتبہ احنف بن قیس رؤسائے عرب کے ساتھ ان سے ملنے گئے تو دیکھا کہ عین دوپہر کی سخت دھوپ میں دامن چڑھائے اِدھر اُدھر دوڑتے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پھر رہے ہیں۔ احنف کو دیکھ کر کہا آؤ تم بھی میرا ساتھ دو۔ بیت المال کا ایک اونٹ بھاگ گیا ہے تم جانتے ہو کہ ایک اونٹ میں کتنے غریبوں کا حق شامل ہے۔ ایک شخص نے کہا امیر المومنین آپ کیوں تکلیف اٹھاتے ہیں، کسی غلام کو حکم دیجیے، وہ تلاش کرلائے گا۔ فرمایا مجھ سے بڑھ کر کون غلام ہے، اور اگر اونٹ نہ ملے تو قیامت میں باز پرس مجھ سے ہوگی نہ کہ کسی دوسرے سے۔ ایک دفعہ خطبہ میں بلا کسی تعلق کے یہ بات ارشاد فرمائی کہ میں ایک زمانے میں اتنا نادار تھا کہ لوگوں کو پانی بھر کرلا دیا کرتا تھا وہ مجھے اس کی اجرت میں چھوہارے دیا کرتے تھے، اسی پر میری گذر بسر تھی، یہ کہہ کر منبر سے اتر آئے۔ لوگوں کو تعجب ہوا کہ منبر پر کہنے کی یہ کیا بات تھی۔ فرمایا میری طبیعت میں ذرا سا غرور آگیا تھا، یہ اس کی دوا تھی۔

زید بن ثابت روایت کرتے ہیں کہ میں نے عمر کو دیکھا کہ مشک اٹھاتے ہوئے لوگوں کے درمیان سے گذر رہے ہیں۔ میں نے آپ سے پوچھنا چاہا تو آپ نے فرمایا ابھی مجھ سے گفتگو نہ کرو میں کچھ دیر بعد تمہیں بتلا دوں گا۔ میں آپ کے پیچھے پیچھے ہولیا، یہاں تک کہ ایک بڑھیا کے گھر میں یہ مشک ڈال آئے۔ میں نے گھر واپس آنے پر اس کی وجہ دریافت کی تو فرمایا میرے پاس فارس و روم کے قاصد ابھی آئے تھے اور میری تعریف میں اس طرح قصیدہ خوانی کر رہے تھے "تمہاری عظمت و شان کا اس وقت کوئی مدمقابل نہیں نہ تم سے بڑھ کر اس وقت علم، عدل، اور فضل میں کوئی دوسرا ہے۔ ان کے چلے جانے کے بعد میرے نفس میں کچھ غرور سا پیدا ہوا، جو ایسے موقعوں پر ہوا کرتا ہے، اس لئے میں نے اپنے نفس کے ساتھ وہ کچھ کیا جیسا کہ وہ مستحق تھا۔

ایک دفعہ حضرت عمر رات کو گشت کر رہے تھے کہ ایک بدو کے خیمہ سے رونے کی آواز آئی، دریافت سے معلوم ہوا کہ بدو کی عورت دردزہ میں مبتلا ہے۔ حضرت عمر گھر آئے اور اپنی بی بی ام کلثوم کو ساتھ لے کر بدو کے خیمہ میں آئے، تھوڑی دیر کے بعد بچہ پیدا ہوا ام کلثوم نے پکار کر کہا کہ امیر المومنین اپنے دوست کو مبارک باد دیجیے، بدو امیر المومنین کا لفظ سن کر چونک پڑا۔ حضرت عمر نے کہا کچھ خیال نہ کرو وہ کل میرے پاس آنا، بچے کی تنخواہ مقرر کردوں گا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مجاہد بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک روز ابن عباس کے پاس بیٹھے حضرت صدیق وفاروق کے فضائل کا ذکر کر رہے تھے حضرت فاروق کا ذکر سن کر ابن عباس کی آنکھیں اشکبار ہو گئیں۔ آپ نے فرمایا میں نے بچشم خود دیکھا ہے کہ آپ نے اپنے لڑکے ابو شحمہ پر حد قائم کی، جس سے وہ جاں بر نہ ہو سکے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ میں ایک روز مسجد نبوی میں بہت سے لوگوں کے ساتھ عمر کی محفل میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک عورت آئی اور اپنے بچہ کو پیش کر کے رونے لگی، آپ نے اس کا سبب پوچھا تو عرض پرداز ہوئی کہ ایک روز میں بنی النجار کے باغ سے گذر رہی تھی، آپ کا لڑکا نشہ میں چور مجھے ورغلا کر باغ کی طرف لے گیا اور مجھ سے مطلب برآری کی۔ میں نے شرم وندامت سے اس واقعہ کو اپنے عزیزوں سے پوشیدہ رکھا، جب وضع حمل ہوا تو میں نے ارادہ کیا کہ اس نومولود کا گلا گھونٹ دوں مگر مامتا غالب آئی۔ اب میں آپ سے داد خواہ ہوں کہ حکم الٰہی کے بموجب ہمارے درمیان فیصلہ فرمائیں۔

حضرت فاروق نے ہم لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا آپ منتشر نہ ہوں، میں ابھی گھر ہو کر واپس آتا ہوں گھر آ کر ابو شحمہ کو دریافت کیا، وہ کھانا کھا رہے تھے۔ انھیں دیکھ کر کہا شاید یہ تمہارا آخری رزق ہے، جلد فراغت حاصل کر لو۔ یہ سن کر ان کے اوسان خطا ہو گئے اور کھانے سے ہاتھ اٹھا لیا۔ حضرت فاروق نے قسم دے کر ان سے پوچھا کیا تم نے کبھی شراب پی ہے، انھوں نے کہا ہاں مجھ سے ایک مرتبہ ایسا قصور ہوا ہے اور میں اب اس سے تائب ہو چکا ہوں۔ پھر آپ نے قسم دے کر یہ دریافت فرمایا کہ کیا تم نے حالت نشہ میں کسی عورت سے بدکاری کی تھی۔ اس پر انھوں نے شرم وندامت سے اپنا سر جھکا لیا دوبارہ پوچھنے پر اپنے جرم کا اعتراف اور توبہ وانابت کا اقرار کیا۔ آپ نے فوراً ان کا گریبان تھام لیا اور کشاں کشاں مسجد کی طرف لے آئے۔ یہاں اصحاب رسول کا مجمع پہلے سے موجود تھا۔

آپ نے سب کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا عورت سچ کہتی ہے اور ابو شحمہ مجرم ہے۔ اپنے غلام افلح کو حکم دیا کہ کپڑے اتروا کر اس پر حد جاری کی جائے۔ ابو شحمہ نے رحم کی درخواست کی، حضرت فاروق نے رد کر جواب دیا کہ اللہ تم پر رحم کرے، میں نے حد تم پر اسی لئے جاری کی ہے کہ پروردگار تم پر رحم کرے جب ابو شحمہ دردوں کی تاب نہ لا کر ضعیف وناتواں ہو گئے تو اصحاب رسول نے سفارش کی کہ کسی اور وقت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بقیہ حد کو اٹھا رکھا جائے، فرمایا جب معصیت میں دیر نہیں کی تو حد میں کیوں کر تاخیر کی جا سکتی ہے
اسی اثنا میں ان کی والدہ کو خبر ہوئی وہ روتی ہوئی آئیں کہ میں ایک ایک درے کے عوض بدل
حج کروں گی اور اتنا صدقہ دوں گی، فرمایا حج و صدقہ حد کا قایم مقام نہیں ہو سکتا۔ جب دُرّہ زنی
اپنی آخری حد کے قریب پہنچی تو ابو شحمہ نے اپنی نحیف آواز میں "یا ابت السلام علیک" کہا
حضرت فاروق نے سلام کا جواب دیتے ہوئے فرمایا اگر تم محمد صلعم سے ملو تو آپ کو میرا اسلام پہنچاؤ
اور یہ عرض کرو کہ میں نے عمر کو قرآن پڑھتے اور حدود قایم کرتے ہوئے چھوڑا ہے۔ آخری درّہ پر
ابو شحمہ نے ایک چیخ ماری اور جاں بحق تسلیم ہو گئے۔ حضرت فاروق نے دوڑ کر گود میں اُٹھایا
آنکھیں اشکبار تھیں، دل و جگر کے ٹکڑے ہوئے جارہے تھے۔ آپ پیشانی اور لبوں کو چومتے
ہوئے اپنی بھرّائی ہوئی آواز میں یہ فرماتے جارہے تھے کہ تیرا باپ تجھ پر قربان ہو، تو حق پر قتل ہوا،
تو کس قدر ثابت قدم رہا کہ آخری حد پر اپنی جان دی تاکہ شریعت کا کوئی قرض تجھ پر باقی نہ رہے۔
تیرے عزیز و اقارب اور تیرا باپ جس کے ہاتھوں میں عنانِ اقتدار ہے اللہ کے حکم کے آگے تجھ پر
رحم نہ کھا سکے۔ خدا تجھے اپنی رحمتوں کی آغوش میں لے لے۔

محب طبری نے ریاض النضرۃ میں سالم بن عبداللہ سے روایت کی ہے کہ عمر جب لوگوں کو کسی
بات سے منع کرتے تو گھر والوں کو اس بات سے آگاہ کر دیتے کہ میں نے فلاں فلاں امور سے منع
کیا ہے۔ قسم خدا کی اگر تم میں سے کوئی ان باتوں کا مرتکب ہوگا تو میں اس کو اپنی قرابت کی وجہ سے
دونی سزا دوں گا۔

امام غزالی بیان کرتے ہیں کہ عمرؓ کے پاس ایک گواہ نے اپنی شہادت پیش کی آپ نے فرمایا
کسی ایسے آدمی کو لے آؤ، جو تم سے واقف ہو، وہ ایک آدمی کو لے آیا، اس نے اس کی صداقت
کی تعریف کی۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا کیا تم ان کے پاس رہتے ہو، جو ان کے حال سے واقف ہو، انھا
نے کہا نہیں، آپ نے فرمایا کیا کبھی سفر میں ان کا ساتھ ہوا ہے، اس کا جواب بھی نفی میں ملا آپ
نے پھر استفسار فرمایا کیا کبھی کسی قسم کا رقمی معاملہ ان سے ہوا ہے، اس کا بھی جواب اثبات میں نہ ملا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس پر آپ نے ارشاد فرمایا شاید تم نے ان کو مسجد میں ہمیشہ نماز اور قرآن پڑھتے دیکھا ہے۔ اس نے کہا کہ ہاں ایسا ہی ہے۔ آپ نے کہا جاؤ تم ان کو مطلق نہیں پہچانتے اور گواہ سے کہا تم کسی دوسرے آدمی کو لے آؤ جو تمہارے حال سے بخوبی واقف ہو۔

ایک مرتبہ آپ کی زوجہ محترمہ ام کلثوم نے قیصر روم کی بیوی کے پاس چند عطر کی شیشیاں بطور تحفہ کے روانہ کیں۔ اس نے اس کے جواب میں جواہرات سے بھری ہوئی کشتیاں بھیجیں حضرت عمرؓ کو علم ہوا تو فرمایا گو عطر تمہارا ذاتی تھا لیکن قاصد جو لے گیا وہ سرکاری تھا، اس کے علاوہ کیا اس سے قبل بھی تمہارے پاس ایسا کوئی تحفہ آیا تھا، چونکہ یہ محض امیر المؤمنین کی بیوی ہونے کے سبب بھیجا گیا ہے، اس لئے یہ عام مسلمانوں کا حق ہے، یہ کہہ کر تمام جواہرات بیت المال میں داخل کر دئے۔ ایک دفعہ سفرِ شام میں نفیس ولذیذ غذائیں پیش کی گئیں، دریافت فرمایا عام مسلمانوں کو بھی یہ الوانِ نعمت میسر ہیں، لوگوں نے عرض کیا ہر شخص کے لئے یہ کس طرح ممکن ہوسکتا ہے، فرمایا تو پھر مجھے بھی اس کی ضرورت نہیں۔

اپنے ذاتی نفع پر دوسروں کو ترجیح دینا اخلاقِ انسانی کا انتہائی کمال ہے۔ حضرت عثمانؓ کی زندگی میں یہ وصف ہر موقع پر نمایاں نظر آتا ہے۔ چونکہ آپ نہایت دولت مند تھے اس لئے ایامِ خلافت میں ذاتی مصارف کے لئے بیت المال سے ایک حبہ نہیں لیا، اور اپنا مقررہ وظیفہ عام مسلمانوں کے لئے چھوڑ دیا۔

حضرت علیؓ نہایت زاہدانہ اور فقیرانہ زندگی بسر کرتے تھے، موٹا جھوٹا لباس، روکھا پھیکا کھانا ان کے لئے دنیا کی سب سے بڑی نعمت تھی۔ آپ ان ہی سادہ اور معمولی کپڑوں میں باہر نکلتے جب کوئی تعظیماً آپ کے ہمراہ چلتا تو منع فرماتے، اور کہتے کہ اس میں والی کے لئے فتنہ اور مومن کے لئے ذلت ہے۔

یہ زندگی تھی ان حکمرانوں کی جن کے قدموں کے نیچے اس وقت کی ساری متمول دنیا روندی جارہی تھی، اس وقت کوئی قوت ایسی نہیں تھی جو ان کی ہمسری کا دعویٰ کرسکے۔ جس طرف کا وہ رُخ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کرتے، فتح و اقبال ان کے قدم چومتے ۔ دنیا اپنے سارے خزانے اگل رہی تھی ۔ دولت و ثروت چاروں طرف سے امنڈی چلی آ رہی تھی اور زر و جواہر ان کے قدموں پر نچھاور ہو رہے ۔ مگر ان کی سیر چشمی، فراخ دلی، ایثار و بے نفسی کا یہ عالم تھا کہ اپنے ذاتی عیش و آرام کے لئے اس میں سے ذرا بھی خرچ کرنا سخت ناگوار تھا ۔ اپنے حصہ سے زائد لینا تو درکنار، جو کچھ بطور حق کے ان کو ملتا تھا وہ بھی راہِ خدا میں صرف کر دیا کرتے تھے ۔ اپنے لئے نہ انھوں نے محل بنوائے اور نہ گھر پر حاجب و دربان رکھا ایک عام متوسط الحال شہری کی طرح زندگی بسر کرتے تھے ۔ کیا دنیا ایسے حکمرانوں کی کوئی مثال پیش کر سکتی ہے ۔

اے نونہالانِ ملت اسلامی! کبھی تم نے اپنی تاریخ کے اس عظیم ورثہ پر بھی غور کیا ہے، یا تمہارے پیشِ نظر عہدِ حاضر ہی کے چند باطل نقوش ہیں، جن پر تم فریفتہ ہو، یا جن کو تم اپنے لئے ایک نمونہ و مثال بنائے ہوئے ہو ۔

کبھی اے نوجواں مسلم تدبر بھی کیا تو نے ۔ وہ کیا گردوں تھا تو جس کا ہے اک ٹوٹا ہوا تارا
تجھے اس قوم نے پالا ہے آغوشِ محبت میں ۔ کچل ڈالا تھا جس نے پاؤں میں تاجِ سرِ دارا
تمدن آفریں، خلاقِ آئینِ جہاں داری ۔ وہ صحرائے عرب یعنی شتربانوں کا گہوارا
سماں الفقر فخری کا رہا شانِ امارت میں ۔ بآب و رنگ و خال و خط چہ حاجت روئے زیبا را
گدائی میں بھی وہ اللہ والے تھے غیور اتنے ۔ کہ منعم کو گدا کے ڈر سے بخشش کا نہ تھا یارا
غرض میں کیا کہوں تجھ سے کہ وہ صحرا نشیں کیا تھے ۔ جہاں گیر و جہاں دار و جہاں بان و جہاں آرا

چو علمت ہست، خدمت کن چو بے علماں کہ زشت آید
گرفتہ چینیاں احرام و مکی خفتہ در بطحا

ہماری موجودہ بیماریوں کا علاج نہ اشتمالی روس کی پیروی میں ہے، اور نہ امریکہ کی طرف دامن پھیلانے میں، جن امراض سے یورپ کو تندرستی حاصل ہوئی، نہ اس کا ہم شکار ہیں، نہ وہ علاج ہمارے لئے مفید ہو سکتے ہیں جن سے کہ وہ صحت یاب ہوا ۔ ہماری خستہ حالیوں کے اسباب دوسرے ہیں ۔

کچھ اور بات ہے جس کو کہ تو سمجھتا ہے ۔ زوال بندۂ مومن کا بے زری سے نہیں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہم کو اپنے ان دکھوں کا مداوا اپنے ہی شفاخانے سے کرنا چاہیئے۔ مغربی اقوام کی سابقہ اور موجودہ حالت کو پیش نظر رکھ کر اس کا انطباق اپنے حالات پر کرنا ایک طرح کا قیاس مع الفارق ہے اقبال نے اسی غلط اندیشی کی طرف ہمیں آگاہ کیا ہے۔

اپنی ملت پر قیاس اقوام مغرب سے نہ کر — خاص ہے ترکیب میں قوم رسولِ ہاشمی
ان کی جمعیت کا ہے ملک و نسب پر انحصار — قوتِ مذہب سے مستحکم ہے جمعیت تری
دامن دیں ہاتھ سے چھوٹا تو جمعیت کہاں — اور جمعیت ہوئی رخصت تو ملت بھی گئی

ہم کو چاہیئے کہ پوری اخلاقی جرأت اور علمی دیانت و صداقت کے ساتھ ان جمہوری اصول و اساسات کو دنیا کے سامنے پیش کریں، جن کی تعلیم ہمیں کتاب و سنت سے حاصل ہوتی ہے۔ خواہ یہ اصول موجودہ مغربی نظام سیاست کے معارض ہوں یا موافق۔ مغرب نے بہت سے ایسے نسخے اب تک آزمائے ہیں، جن سے اگر کچھ بیماریوں کا علاج ہوا ہے تو اس کی جگہ بیسیوں نئے امراض بھی پیدا ہوئے ہیں۔ کیوں نہ نظامِ سیاست کے اس اسلامی نسخے کو بھی آزمایا جائے اور دیکھا جائے کہ کہاں تک یہ ازالۂ مرض اور شفایابی میں کارگر ہو سکتا ہے۔

اسلامی حکومتوں کی یہ عجیب بدبختی رہی ہے کہ خلافتِ راشدہ کے دور کے بعد، بجز ایک واحد استثنائی صورت کے، کبھی انھوں نے اپنی خود غرضیوں اور مفاد پرستیوں کے تحت دنیا کے سامنے کوئی حقیقی اسلامی حکومت کا نمونہ پیش نہیں کیا۔ کہا جاتا ہے کہ زمانہ اس وقت اتنا پیچھے تھا کہ حکومت کے ان اعلیٰ اصولوں کے قبول کرنے کی اس میں مطلقاً صلاحیت نہیں تھی۔ چنانچہ یہی وجہ ہے کہ خلفائے راشدین کے ایک مختصر سے سی سالہ دور کے بعد اس کا پھر دوبارہ احیاء نہ ہو سکا۔ مگر اب جب کہ زمانہ ان اصولوں کے قبول کرنے اور سمجھنے کی صلاحیت رکھتا ہے تو مغرب زدگی نے ان میں ایسا احساس کمتری پیدا کر دیا ہے کہ وہ اپنی کوئی چیز دنیا کے سامنے پیش کرنے سے ہچکچاتے ہیں، اور مرعوب ذہنیت نے ان کی نظروں میں اپنے ہاں کی ہر چیز کی قدر و منزلت گھٹا دی ہے۔ اسلامی حکومت اور اسلامی نظامِ سیاست کے زبانی دعوے تو بہت کئے جاتے ہیں، مگر دورِ حاضر میں کوئی مملکت ایسی نہیں جو اسلام

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کا سچا نمونہ ہو۔ جس شکل وصورت میں وہ اس وقت موجود ہیں وہ یا تو مغرب کے اصولِ حکمرانی کی اندھی تقلید ہے، یا ملوکیت، اعیانیت اور عبدیت کے فاسد نظامات۔ وقت کے تقاضے اور زمانے کی لب تشنگیاں خود دورِ حاضر کو اس سرچشمہ پر پہنچا دیں گی، اور شاید اس طرح پر پھر دوبارہ کعبہ کو صنم خانہ سے پاسباں مل جائیں چنانچہ اقبال نے ارمغانِ حجاز میں ابلیس کی ایک خیالی مجلس ترتیب دی ہے، اس میں ابلیس کی زبانی اس کے مشیروں کے سامنے اسی اندیشہ کا اظہار کیا گیا ہے

عصرِ حاضر کے تقاضوں سے ہے لیکن مجھ کو خوف
ہو نہ جائے آشکارا شرعِ پیغمبر کہیں

موت کا پیغام ہر نوعِ غلامی کے لئے
نے کوئی فغفور و خاقاں، نے فقیرِ رہ نشیں

جانتا ہے جس پہ روشن باطنِ ایام ہے
مزدکیت فتنۂ فردا نہیں، اسلام ہے

احادیث وآثار میں مختلف پیرایۂ بیان کے ساتھ اسلام کے اس آخری دور کی بشارت دی گئی ہے، جو اپنی برکتوں اور سعادتوں کے اعتبار سے خیر القرون کے خصائص تازہ کردے گا جس کے متعلق حضورؐ کا ارشاد ہے کہ نہیں کہا جا سکتا کہ میری امت کی ابتدا زیادہ کامیاب تھی یا اس کی انتہا۔ "لیظهرہٗ علی الدین کلہ ولو کرہ المشرکون" کا الٰہی فرمان اپنے کامل معنوں میں اسی وقت پورا ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ مایوسیوں اور نامرادیوں کے اس گھٹا ٹوپ اندھیرے میں، جس کے بادل اس وقت کرۂ ارض کو چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہیں۔ ایک مومن کی نظرِ فراست ان میں آفتابِ اقبال کی جھلکیاں دیکھ رہی ہے۔ بلکہ ظلمت وتاریکی کا ہر اضافہ اسی نسبت سے لمحہ بہ لمحہ طلوعِ صبح کو قریب سے قریب تر کرتا چلا جا رہا ہے۔ اِنَّ مَوْعِدَهُمُ الصُّبْحُ، اَلَیْسَ الصُّبْحُ بِقَرِیْبٍ ط

تفاوت است میانِ شنیدنِ من و تو
تو بستنِ در و من فتحِ باب می شنوم

© rasailojaraid.com